حاضر ہو رہا ہوں تو مجھے اطمینان ہے کہ اللہ میرے ساتھ ایک درہم (چونی) کے برابر بھی حساب نہیں کرے گا۔ آج کون ہے جو اتنے یقین کے ساتھ کہے کہ میری تجارت میں حرام کمائی نہیں یہ ان کے کمال تقویٰ کا ثبوت تھا، خود عالم اور محدث تھے پھر اس کے بدلے اللہ نے بیٹا بھی ایسا دیا کہ جس کا صدقہ جاریہ صحیح بخاری کی شکل میں قیامت تک جاری رہے گا، اور اس کا اجر ان کے والد کو بھی ملتا رہے گا ـــــ ہمارے حضرت امام ابوحنیفہؒ جن کے تین چوتھائی حصہ مسلمان مقلد ہیں عالم تھے، دن بھر درس و تدریس کا شغل رہتا، علماء اور قضاۃ تیار کرتے اور دین کے مسائل بتلانے میں مصروف رہتے اپنا مال مضاربت پر لگوایا تھا۔ بہت بڑی تجارت تھی۔ ایک دفعہ اپنے کسی شریک تجارت کو مال تجارت دیا کہ اسے بیچ دو مگر اس میں فلاں عیب ہے۔ اسے تاکید کر دی کہ خریدنے والے پر ضرور اس عیب کو ظاہر کر دو۔ اس نے مال فروخت کر دیا، واپس ہو کر حضرت امام کو تفصیل بتلا دی کہ فروخت ہوا اور غالباً تیس ہزار تک اس میں نفع ہوا، امام نے پوچھا کہ کیا تم نے خریدار پر عیب ظاہر کر دیا تھا ــ؟ اس نے کہا کہ میں تو قطعی بھول گیا اور بڑی ندامت ظاہر کی امام صاحب نہایت خفا ہوئے وہ سارا نفع خیرات کر دیا، اور اس شریک کار سے شرکت کا معاملہ اسی وقت ختم کر دیا۔

حضرت مالک بن دینار بڑے صوفی عابد اور محدث گذرے ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر نزع کی حالت تھی بوقت وفات میں ان کے پاس گیا، نہایت اضطراب اور پریشانی میں تھا، مالک بن دینار نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میرے سامنے آگ کے دو پہاڑ ہیں اور مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ انہیں عبور کروں۔ پوچھا یہ کس چیز کے پہاڑ ہیں کہا کہ میں نے دکانداری کرتے ہوئے دو باٹ رکھے تھے، ایک پر خریدتا تھا، اور دوسرا جو اس سے کم تھا اس سے فروخت کیا کرتا۔ اب وہ دونوں ناپ تول کے پتھر ان پہاڑوں کی شکل میں میرے سامنے ہیں۔ اب میں ان پر کیسے چڑھوں اور کیسے عبور کروں ــــ؟

ایک دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے ایک پڑوسی پر سکرات موت طاری تھے اور تلقین کے باوجود کلمہ نہیں پڑھ سکتا تھا، میں نے وجہ پوچھی تو کہا کہ جب کلمہ زبان سے پڑھنے لگتا ہوں۔ تو میری دکان کی ترازو کی ڈنڈی زبان کو سختی سے دبا کر اسے روک دیتی ہے اور کلمہ پڑھنے نہیں دیتی۔

تو بھائیو! ان گناہوں کا اثر موت کے وقت ظاہر ہونے لگتا ہے اور ایمان خطرہ میں پڑ

جاتا ہے بعض اوقات اہل اللہ اور عارفین پر ان چیزوں کا انکشاف ہوجاتا ہے، اور اس کی مثال تو حضور اقدس ؐ کے زمانے میں بھی موجود ہے ایک صحابی سے اس کی والدہ ناراض تھی، اسکی موت کا وقت آیا، حضورؐ اس کے پاس تشریف لے گئے، کلمہ کی تلقین فرمائی مگر اسکی زبان کلمہ پڑھنے سے گنگ ہوجاتی تھی، حضورؐ کو وجہ معلوم تھی، اسکی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ میں آپ کے اس بیٹے کو آگ میں ڈالنا چاہتا ہوں، لکڑیاں جمع کردو، اور حضورؐ تو حکیم تھے، والدہ کے جذبہ ترحم کو اس طرح ابھارنا چاہا کہ یہ اپنے بیٹے کو معاف کردے گی، والدہ نے یہ سنا تو فریاد شروع کی حضورؐ نے فرمایا کہ جب تو اس سے ناراض ہے تو ویسے بھی اسے جہنم میں جلنا ہے تو یہاں ہی کیوں نہ جلایا جائے، ماں نے یہ سن کر فوراً بیٹے کو بخشدیا اور جب بخش دیا تو اس نے فوراً لاالٰہ الا اللہ کہہ دیا۔

ایک صحابی حضورؐ کے خدمت گذار ہیں، خادم حاضر باش ہیں کرکرہ نام ہے، حضورؐ کی اونٹنی کا کجاوہ کسی جہاد میں درست کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک تیر آیا اور وہ شہید ہوگئے، صحابہؓ بڑے خوش ہوئے کہ حیات جاودانی شہادت حاصل ہونے پر انہیں بے حساب خوشی ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے ــــ ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاءٌ ولٰکن لاتشعرون۔

حضور اقدس ؐ کو بھی مبارکباد دی کہ آپ کا غلام شہید ہوگیا حضورؐ نے فرمایا: تم مبارکباد دے رہے ہو مگر میں اسے ایک چادر میں لپٹے ہوئے آگ میں جلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ حضورؐ کا خادم اور شہادت پانے والا صحابی کیوں جل رہا ہے۔؟ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو اس میں سے مال غنیمت کی ایک چادر نکل آئی جو اس نے تقسیم ہونے سے قبل اٹھالی تھی ــــ پھر حضور اقدس نے فرمایا کہ جنت میں وہ شخص داخل ہوگا جو پورا مسلمان ہو، پوری صلاحیت رکھتا ہو، سلم ہو، یعنی امن والا ہو۔

الغرض حرام کمائی سے بچنے کی کوشش کرو اور اگر یہ گناہ سرزد ہوچکا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ جس کا مال کھایا اس سے معافی مانگ لو، زندہ ہو تو اس کو ورنہ اس کے ورثاء کو ان کا حق واپس کردو اور آئندہ کے لئے حق تلفی اور اکل حرام سے اجتناب کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم مسلمانوں کا حق پہچان لیں، اپنے بھائیوں کی آبرو رکھیں اور ہمارے ہاتھوں سے کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہٗ
شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ ـــ دہلی

مقالاتِ سیرت
قسط
۲

محمد ﷺ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بحیثیت
داعی الی اللہ

مقاصد ـــ خصوصیات ـــ آداب ـــ مراتبِ دعوت

★

داعیا الی اللہ باذنہ ـــ اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والا، یعنی نبی دونوں باتوں میں خدا کا محتاج ہے۔ کسی کو دعوت بھی اللہ کی عطا کردہ توفیق کے بغیر نہیں دے سکتا، اور جب تک خدا کا حکم نہ ہو وہ دعوت نتیجہ خیز بھی نہیں ہو سکتی۔

سراجاً منیرا ـــ چراغ چمکتا، یا چراغ نور پھیلانے والا۔ چراغ سے زیادہ چمک دمک چاند اور سورج میں ہوتی ہے۔ روشنی بخشنے اور نور پھیلانے میں بھی وہ چراغ سے لاکھوں کروڑوں گنا زیادہ ہیں۔ مگر جب "داعی الی اللہ" کی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا جا رہا ہے تو آپ کو سورج یا چاند نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ چراغ سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ کیونکہ داعی الی اللہ کیلئے جس سوز و گداز اور جس رابطہ اور تعلق کی ضرورت ہے وہ چاند اور سورج میں نہیں ہوتا۔

چاند اور سورج کی حقیقت کچھ بھی ہو وہ آگ کا گولہ ہوں یا کسی اور مادہ کا کرّہ ہوں، مگر اتنی بات ظاہر ہے کہ وہ محفل انسان سے بہت دور۔ اور انسان کی دسترس سے بہت بالا ہیں۔ یہ درست ہے کہ ان کی کرنیں اور شعاعیں انسان کی بہت سی ضرورتوں کے لئے مفید ہی نہیں بلکہ حیات بخش بھی ہیں۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کی فطرت رقت اور گداز سے محروم ہے، چاند تو ایک منجمد کرّہ ہے، جہاں

تک معلوم ہو سکتا ہے اس میں حرارت بھی نہیں، آفتاب حرارت اور سوزش کا مخزن مانا جاتا ہے۔ مگر جس کو سوز و گداز کہتے ہیں، جو ہمدردی اور غمخواری کی علت ہوا کرتی ہے۔ فطرت آفتاب اس سے ناآشنا ہے، وہ نہیں جانتی کہ رقت کس چیز کا نام ہے، پگھلنا کس کو کہتے ہیں۔

اب آئیے چراغ پر ایک نظر ڈالئے جس طرح اس کا وجود رونقِ محفل ہے، خود اسکی ذات شریک مجلس ہے ہر ایک کی نظر اسکی لو تک اور انگلیاں اسکی بتی تک پہنچ سکتی ہیں۔

اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ رقت و زاری کی ایک مثال، سوز و گداز کی تصویر اور ایثار فدائیت کا عبرت آموز سبق ہے۔ اہل محفل نشاط و مسرت میں مست ہیں۔ مگر یہ پگھل رہا ہے، سلگ رہا ہے، فدا ہو رہا ہے، قربان ہو رہا ہے، اس کا جگر پر سوز ہے، اور وہ جو رگ جان کیطرح ایک فتیلہ ہے اس کا کس بل نکل رہا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے اور کس لئے ہے ــــ؟ انہیں اہل محفل کیلئے یہ سوز و گداز بتی کی خصوصیت ہے ــــــ

کوئی داعی الی اللہ فریضۂ دعوت ادا نہیں کر سکتا جب تک نوع انسان کی فلاح و بہبود کا درد اس کے دل میں نہ ہو اور اسکی تمام روحانی اور جسمانی طاقتیں اس سوز و گداز کے لئے وقف نہ ہوں۔ اسے سوز و گداز کہو، یا کھلے لفظوں میں آگ اور نار کہو۔ جو ایک طرف داعی کے تن من کو تحلیل کر رہی ہے۔ اور دوسری طرف یہی نار پوری محفل اور انجمن کیلئے نور بن رہی ہے ــــ مگر یہ آگ لکڑی اور ایندھن کی آگ نہیں ہے۔ یہ آگ ہے عشق و محبت کی آگ۔ ہمدردی اور غمخواری کی آگ، شفقت و رأفت اور غمگساری کی آگ۔ یہ آگ جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا مرتبہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں بلند ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کس درجہ پر سوز تھا، اور آپ کے رگ و پے میں یہ درد کتنا سرایت کر چکا تھا، اس کا کچھ اندازہ ربّ محمدؐ کے اس ارشادِ گرامی سے ہوتا ہے،

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین۔	شاید تم گھونٹ مارو اپنی جان اس پر کہ وہ یقین نہیں کرتے۔

اس کے باوجود کہ کلام ربانی میں مختلف طرح سے یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ ان کی کج روی اور گمراہی کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے، آپ ایک رہنما اور پیغام رساں ہیں۔ آپ کو داروغہ[1]، محتسب یا

---

[1] ومن تولی فما ارسلنٰک علیھم حفیظاً۔ سورۃ نساء ع ۱ ج ۵ ع ۸۔ قل لست علیکم بوکیل۔ سورہ نحل ع ج ۷ ع ۱۳۔ لست علیھم بمسیطر۔ سورہ غاشیہ ج ۳۔

گماشتہ بھی نہیں ہیں کہ ان کے کردار بد کی جوابدہی آپ کو کرنی پڑے - پھر بھی مشفقانہ اور مجدوانہ غم و اندوہ کی حالت یہ ہے کہ :

فلعلک باخع نفسک علی آثارھم سو تم کہیں گھونٹ ڈالو گے اپنی جان ان کے پیچھے

وان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو پچھتا پچھتا کر - (سورۂ کہف رکوع ۱)

آپ ایک بوڑھے باپ کا تصور کیجئے جو اپنی کھلی[1] ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اس کے بچے آنکھوں پر پٹی باندھ[2] کر دھکتی ہوئی آگ کی خندق کیطرف دوڑ رہے ہیں وہ چیخ رہا ہے۔ بدحواس ہو کر چلا رہا ہے، مگر بچے کچھ نہیں سنتے، نہ اپنی دوڑ[3] میں کمی کرتے ہیں، نہ آنکھوں سے پٹی کھولتے ہیں، وہ چاہتا ہے کہ کوڑے مارے۔ ان کو اس اندھی چال سے روکے تو اس کا آقا فوراً تنبیہ کرتا ہے کہ مارنے پیٹنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، تم محض زبان سے سمجھا سکتے ہو، جبر کسی قسم کا نہیں کر سکتے اور ان کو بد دعا[4] بھی نہیں کر سکتے۔ اولاد کی یہ چال اور آقا کا یہ حکم --- ! اس بوڑھے باپ کی کڑھن کی کیا حالت ہو گی ---- "آہ کرنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے"

---- محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر سوزی اور دل گدازی کی یہ ہلکی سی تصویر ہے ؎

شمع جلتی ہے پر اسطرح کہاں جلتی ہے ہڈی ہڈی مری اے سوز نہاں جلتی ہے

رات کی تاریکی کو قسم دے کر پوچھو وہ سچ سچ بتائیگی۔ شب کے آخری لمحات میں صبح صادق سے کچھ پہلے جب انسان کی فطرت سلیم خود انسان کو اپنے رب اور پروردگار کے سامنے جھکنے اور اس کے سامنے گڑگڑانے کا وعظ کہا کرتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کیا ہوا کرتی تھی، جب وہ اپنی چند گز کی تنگ کوٹھڑی میں جسکی چھت سر سے لگتی تھی، جس میں نہ تازہ ہوا کا کوئی انتظام تھا نہ روشنی کا، وہ خستگی اور شکستگی کے ساتھ کھڑے ہو کر اور کبھی رکوع میں جھک کر۔ اور زیادہ فرشِ زمین پر پیشانی رگڑتے ہوتے قلب گریاں اور قسم پر تم کے ساتھ

---

[1] علی ابصارھم غشاوۃ۔ (بقرہ ع ۱)

[2] کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء ونداء صم بکم عمی فھم لا یعقلون۔ (بقرہ ع ۲۱ ج ۲)

[3] اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغفلون۔ (اعراف ع ۲۲)

[4] لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون۔ (آل عمران ع ۱۳)

کیا کہا کرتا تھا ؟ ان تمام دعاؤں کو جمع کیا جاوے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے، ہمیں اس وقت وہ رات یاد آرہی ہے جس میں زبان مبارک پر یہ آیت آگئی۔

ان تعذبہم فانہم عبادک وان	اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ بندے ہیں تیرے
تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم	اور اگر ان کو معاف کر دے تو تو ہی ہے زبردست
(سورہ مائدہ آخری رکوع)	حکمت والا۔

یہ آیت زبان مبارک پر آئی تو ایک کیفیت طاری ہوئی، دل بھر آیا گریہ طاری ہوا، آپ پھوٹ پھوٹ کر رونا چاہتے ہیں، مگر نماز کا ادب آواز نکالنے سے روک رہا ہے، تو سینہ مبارک میں ابلتی ہوئی ہنڈیا جیسی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی، آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی، اور پوری رات اسی آیت کے ورد میں گذر گئی۔

بشر المومنین میں بشارت دینے کی عملی صورت پیش فرمائی گئی کہ جو لوگ آپ کی دعوت کو قبول کریں ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے خداوند عالم کی طرف سے اتنی بڑی فضیلت ہے کہ کسی نبی کی کوئی امت ان کے ہم پلہ نہیں ہے، اور سب سے افضل ہوں گے۔ اس کے بعد ان کا معاملہ تھا جو کھلے بندوں مخالفت کرتے ہیں۔ یا دسیسہ کاری اور تصنع سے کام لیتے ہیں کہ دل میں کفر بھرا ہوا ہے اور ظاہر کرتے ہیں کہ وہ آپ کے متبع اور فرمانبردار ہیں — کلام الٰہی ان کو کافر اور منافق کہتا ہے۔ اور ان کے لئے دو باتوں کی ہدایت کرتا ہے، اول یہ کہ ان کی دلداری کے لئے آپ ایسا ہرگز نہ کریں کہ ان کی باتوں پر چلنے لگیں جب وہ کافر و منافق ہیں تو ان کی باتیں بھی ایسی ہی ہوں گی۔ دوسری ہدایت کے الفاظ ہیں۔ دع اذاھم۔ اس لفظ کی تفسیر دو طرح کی گئی اور عجیب بات یہ ہے کہ باپ بیٹے کی رائے مختلف ہے۔

سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اس کا ترجمہ کرتے ہیں :

"از نظر اعتبار بگذار رنجانیدن ایشان را"

یعنی یہ کافر اور منافق آپ کو جو کچھ ایذا پہنچاتے ہیں اسکو نظر انداز کیجئے اس کا خیال مت کیجئے۔ اور اپنے خدا پر بھروسہ کیجئے، وہ آپ کا کارساز ہے، اور حضرت شاہ صاحب کے قابل فخر فرزند ارجمند حضرت شاہ عبد القادر صاحب اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں : اور چھوڑ دے ان کو ستانا اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔ ممکن ہے کاتب صاحب کی یہ مہربانی ہوئی ہے کہ "ان کا" کی بجائے "ان کو" لکھدیا ہو، اگر شاہ عبد القادر صاحب کے الفاظ یہ ہوں